

## مسلمانوں کی سائنسی علوم کے ارتقاء میں خدمات

### Contribution of Muslim to the development of Scientific Sciences

\* Dr. Souaad Muhammad Abbas

\*\* Saira Jabeen Malik

#### Abstract

*Medicine is a science that every human being needs. In ancient times the methods of treatment were different in countries. That is why this knowledge was present in every nation in one form or another but historians state that it was founded by the Chaldeans in Babylon and then spread to all other nations. At that time most diseases were cured by witch craft and Gods as in Greece, Arabia and India, But the Chaldeans were the first people to find a cure for diseases through medicine.*

*The first step towards the art of medicine in the Islamic era was during the time of the Abbasid Caliph Mansoor. Even during the time of the Umayyad Caliphs, some books on medicine were written but the ancient books were not translated. They were based solely on the experiences and observations of the Arabs. Mansoor is the first caliph of the Islam who became interested in translating ancient books but in his time only books on astrology, geometry and medicine were translated. In the civilized nations before Islam, the degree to which medicine was advanced was achieved by the Muslims. Because he translated the works of Greek and Syriac Physicians, such as Hippocrates and Galen, into his own language.*

*He also had a collection of medical treatises and information from Persia and India, the best example of which is Al –Muluki, which was written by Abu Baker Razi (who was called Galena's) for Azd– al- Dawla . The Arabs due to their intelligent nature also started writing in this field. The Arabs due to their innate intelligence did great research in the knowledge and wrote many books.*

**Key Words:** Medicine , Muslims ,Scientist ,services , history.

\* Assistant Professor .Quran & Tafseer Faculty of Arabic & Islamic Studies . Aiou

\*\* Lecturer Department of Islamic Studies National University of Modern Languages H-9 Islamabad

## تعارف

رسول اللہ ﷺ نے انسانیت کو ظلم و عدوان، کفر و شرک، جہالت کی تاریکیوں سے نکال کر ایمان و ایقان اور علم و حکمت کی روشن راہ پر گامزن کرنے والے مقدس گروہ کے آخری فرد ہیں۔ چنانچہ جس کے ذریعے انسان کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں اور بندوں کی بندگی سے نکال کر خدا کی بندگی میں داخل کر دیا تھا اور علم و دانش کی نئی دنیا آباد ہوئی، اور تمدن کے نئے دور کا آغاز ہوا اور عدل و نصاب اور حقوق انسانی کی نئی روشن صبح کا آغاز ہوا۔

قرآن نہ صرف علم و حکمت کا خزانہ ہے بلکہ ان سائنٹیفک علوم کا سرچشمہ بھی ہے جو اس وقت دنیا میں موجود ہیں اور وہ علم اور تحقیق کی دعوت دے کر انسان کو ایک اعلیٰ اور ارفع انسان بناتا ہے اور ان کو علم و عقل سے فائدہ اٹھانے، دنیا پر حکمرانی کرنے اور زمین اور آسمان کی تسخیر کرنے کے حوصلے عطا کرتا ہے اس کا یہ طریقہ ہی اس کا سب سے معجزہ ہے۔ بنی نوع انسان کو اسلام نے اپنی پہلی وحی کے دن سے آفاق و نفس کی گہرائیوں میں غوطہ زن ہونے کا حکم دیا۔ یہ اسلام کی تعلیمات کا ہی فیض تھا جو ایک ہی صدی کے اندر دنیا بھر کی امامت و پیشوائی کی حقدار ٹھہری اور دیکھتے ہی دیکھتے اُس نے دنیا کو یونانی فلسفے کی لاجاصل موشگافیوں سے آزاد کرتے ہوئے فطری علوم کو تجربے کی بنیاد عطا کی۔ قرآن مجید کی تعلیمات کے زیر اثر یہ اُنہی کے اختیار کردہ سائنسی طریق تحقیق کی بنیاد جس کی بدولت ہزار ہا سال سے جاری سلسلہ علم انسانی نے عظیم کروٹ لی اور موجودہ صدی نے اُس کا پھل پایا۔

مسلمانوں کی بی شمار ایجادات ہماری نظروں سے اوجھل ہیں۔ جو دنیا کی ضروری اور مفید ایجادات پیشتر عربوں اور مسلمانوں کی ہی مرہون منت ہیں اور یہ برقی اور ایجادات اس وقت ہوئی جب دنیا میں اہل یورپ کا کہیں ذکر نہ تھا۔ ان میں سے تو بعض نے جدید سائنس کی نقل بھی نہ کر سکی اور بعض نے اس کا سحر اپنے سر سجالیا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ آئے دن دنیا میں کوئی نہ کوئی سائنسی ترقی ہوتی نظر آتی ہے اور ایسی سائنسی ترقی جو ناقابل بیان ہے۔

سائنسدان آج بھی ناممکن کو ممکن بنانے کی کوشش میں دن رات مگن ہیں۔ اصل حقیقت تو یہ ہے کہ سائنسی ترقی کی بنیاد ہی مسلمانوں نے رکھی مگر آج اہل یورپ اس کا تمام سحر اپنے سر باندھتے ہیں۔ مگر یہ سب کارنامے مسلمانوں کے ہی ہیں اور انہوں نے ہی یہ سب کچھ سر انجام دیا۔ مسلمانوں کے کارناموں سے پردہ اٹھانے سے قبل مسلمانوں کی طب میں خدمات کے بارے میں بیان کریں گے۔

## سائنس اور قرآن:-

آج دنیا میں جتنے بھی علوم ہیں ان کا منبع یونانی فکر کو قرار دیا جاتا ہے پر میرا ذاتی خیال ہے کہ تمام فنی اور سائنٹیفک علوم کا سرچشمہ یونانی فکر نہیں بلکہ قرآن ہے۔ دور اول کے مسلمانوں نے نزول قرآن کے بعد زبردست علمی ترقی کی۔ انہوں نے کوئی ایسا علم یا اس کا شعبہ نہیں چھوڑا جس کے وہ بانی یا از سر نو ترقی دینے والے نہ کہے جائیں۔ میں نے ان مسلمان محققین کے بھی کچھ حالات اور ان کی تحقیقات کے بارے میں مختصر لکھنے کی کوشش کی ہے کیونکہ ان کی تحقیقات سے ہم عبرت اور سبق دونوں حاصل کر سکتے ہیں اور یہ جان سکتے ہیں کہ ہمارے اسلاف نے اس زمانے میں جبکہ سارے

یورپ پر لاطینی اور جہالت کی تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ علم کی انتہائی بلندیوں کو چھو لیا تھا۔ مگر افسوس کہ اس علم کے چمکتے ہوئے سورج کو چند صدیوں بعد گہن لگ گیا۔

اللہ کی عظمت اور عقل انسانی کے تدریجی زمانہ قدیم سے لے کر آج تک لاطینی کے پردے پڑے ہوئے ہیں۔ عقل انسانی یہ سمجھنے سے قاصر رہی کہ اللہ کتنا بڑا ہے، اور اس کی قوت انسانوں کے مماثل درجہ دیا تو کسی نے اس کو دیوتاؤں کے روپ میں پیش کیا، اور کسی نے اس کو خالق کائنات کہا بھی تو اس کی قوتوں کو محدود کر دیا۔ مگر قرآن نے اللہ کا ایک بہت بڑا تصور دُنیا کے سامنے رکھا اور اس کی عظمتوں کو کھول کھول کر بیان کیا تاکہ ہم اس کی وحدانیت اور کبریائی سے واقف ہوں۔ اسی طرح طبعی اور حیاتیاتی سائنس جن مسائل پر تحقیق سے عبارت ہے وہ اصطلاحات کی صورت میں درج ذیل ہیں۔

۱۔ تخلیق کائنات اور اس کا تشکیلی نظام۔ ۲۔ زمانہ ہائے تخلیق اور ادوار ارتقاء۔ ۳۔ وجود کائنات کی طبعی اور کیمیائی اساس۔ ۴۔ زمین اور ظہور حیات۔ ۵۔ ارتقاء حیات کے طبعی اور کیمیائی مراحل۔

### قرآن کے سائنسی مزاج سے دنیا کو متعارف کرنے کی ضرورت:-

سائنس کی اہمیت اس بات سے لگائی جاسکتی ہے کہ یہ آجکل کی اہم ضرورت بن چکی ہے اور اپنی سائنسی ایجادات کی بنا پر مقبول خاص و عام ہو چکی ہے۔ اور سائنس کے زندگی کے ہر شعبے پے گہرے اثرات مرتب کر رہی ہے۔ قرآن صرف شرعی احکام، دینی امور، مراسم عبودیت، عقائد و احکام کا مرجع نہیں ہے

قرآن ہر پل ہماری سائنسی علوم میں رہنمائی کرتا نظر آتا ہے جس کی قرآن کے تشریح و تفہیم کے تحت کئی سائنسی مواد مباحث ہمیں ملتے ہیں۔ اور قرآن فہمی سے بہت زیادہ مدد ملتی ہے۔ جس کی مثال ہمیں جدید سائنسی نظریات کی رو سے زندگی کا آغاز پانی سے ہی ہوا۔

### ایجادات:

بغداد کے ایک مدرسہ کے دروازے پر خلافت عباسیہ کے خلیفہ مستنصر باللہ کے زمانے میں ایک گھڑی لگائی گئی جس کو علی بن تغلب بن ابی ضیائے بنایا تھا۔

خلیفہ المعتز باللہ کے محل کے صحن میں ایک وسیع حوض تھا جس میں سونے کا ایک مصنوعی درخت تھا۔ اس میں اٹھارہ بڑی شاخیں تھیں اور ہر شاخ میں مختلف چھوٹی چھوٹی شاخیں تھیں۔ ان شاخوں میں مختلف رنگوں کے ہیرے جو اہرات سونے اور چاندی کے پھول اور پتے بنائے گئے تھے۔ جن پر قدرتی پھول اور پتوں کا گمان ہوتا تھا۔ جس وقت ہوا چلتی تو یہ خوبصورت منظر پیش کرتے تھے۔ درخت کی ٹہنیوں پر رنگ برنگ کے مصنوعی پرندے بٹھائے گئے تھے جو ہوا کے چلنے سے اپنی اپنی بولیاں بولتے تھے۔

فارابی جو ایک فلسفی اور ماہر فلکیات اور ریاضی دان تھے 'موسیقی میں بھی اعلیٰ مہارت رکھتے تھے۔ اس نے ایک ایسا آلہ ایجاد کیا کہ جب کسی کو بجایا جاتا تو نفس میں ایک خاص کیفیت پیدا ہوتی۔ سننے والا کبھی ہنستا تو تار کبھی طیش میں آجاتا اور کبھی شرماتا تھا۔ کہتے ہیں کہ حکیم بن ہاشم نے ایک چاند بنایا تھا جو ماہ نخبشب کے نام سے مشہور تھا۔

یہ چاند تقریباً دو سو میل کا احاطہ منور کرتا تھا۔ سورج کے غروب ہوتے ہی نکل آتا اور طلوع ہوتے ہی غائب ہو جاتا۔ اس کے انتقال کے بعد جب ان کی لیبارٹری کا جو نخبشب نامی کنویں میں تھی معائنہ کیا گیا تو شیشہ کے چند ٹکڑے اور تقریباً دو کلو پارہ ملا۔

ان کے علاوہ مسلمانوں نے تھرما میٹر، پنڈولم والی گھڑی، اضطراب لاب، قطب نما اور مشقال یعنی ایسی گھڑی جو بغیر سایہ کی مدد کے بھی وقت بتاتی تھی ایجاد کی۔ انہوں نے برف سازی کا طریقہ معلوم کیا، مختلف عطریات بنائے گئے، گندھک کا ترشہ، چاندی کا ترشہ اور الکو حل بنائے۔ آبپاشی، زراعت اور جہاز رانی کے نئے نئے طریقے ایجاد کئے مغربی ممالک کو گیہوں، عیچگر اور دوسرے اجناس واقف کروایا۔

ان علمی تحقیقات کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کو نئی نئی ایجادات کرنے کا بھی شوق تھا۔ ہارون رشید نے شاہ فرانس شار لیمان کے پاس تحفتاً ایک ایسی گھڑی بھجوائی جس کو لوگ دیکھ کر جادو کی گھڑی کہنے لگے اور قریب تھا کہ اس کو توڑ دیتے۔ کہتے ہیں کہ جب گھنٹہ بجتا تھا تو اس میں سے گھوڑوں کا ایک دستہ نکلتا اور عجیب و غریب منظر پیش کرتا۔ یہ گھڑیاں پانی سے چلتی تھی۔

مامون کے زمانے میں علم نباتات میں بڑی ترقی ہوئی۔ اس کے دربار میں بڑے بڑے درختوں کو کٹڈوں میں اس طرح اگایا جاتا تھا کہ وہ پودوں کی شکل میں ہی پھل دیتے تھے۔ بیرونی و فود جب اس کے دربار میں آتے تھے تو ان درختوں کو پودوں کی شکل میں دیکھ کر حیران رہ جاتے۔<sup>1</sup>

### صنعت و حرفت:

علمی اور سائنسی ترقی کے ساتھ ساتھ مسلمانوں نے صنعت میں جو ترقی کی تھی، وہ بھی غیر معمولی ترقی تھی، انہوں نے کاغذ بنایا جو دمشق کاغذ کہلاتا تھا۔ ۱۷۱ھ میں سمرقند میں بھی کاغذ کے کارخانے کھولے گئے۔ بعد میں مصر، مراکش اور بغداد میں کئی کارخانے کھلے۔ ۵۰۰ھ تک نفیس کاغذ بننے لگا۔ بارود اور توپیں بنانے کے کئی کارخانے تھے۔

ریشمی، سوتی اور اونی کپڑوں کے کارخانے مسلم ممالک کے مغربی حصوں میں کثرت سے پائے جاتے تھے۔ ریشم کے کئی کارخانے نے دمشق میں موجود تھے۔ کہتے ہیں کہ مستعین کی ماں نے اپنے بستر کے لئے نباتات تیار کروائی تھی جس کی لاگت کا اندازہ تیرہ کروڑ درہم تھا۔ اس پر سونے اور جوہرات کا کام کر دیا گیا تھا۔ تمستر اور سوس واقع سوزستان میں زریعت یورپی ممالک کو بھیجا جاتا تھا جہاں اس کو دمک کا نام دیا گیا تھا۔ ایران میں ریشمی کپڑا بنانے کے کئی کارخانے تھے۔ خراساں اور آرمینیا میں مختلف ڈیزائن کی سوزنیاں اور دروازوں پر لٹکانے کے خوبصورت پردے بنانے کے کئی کارخانے تھے۔ فارس کے ہر شہر میں قالین بنانے کے معتد کارخانے تھے۔

رنگین شیشے بنانے میں مسلمان بہت جلد کافی مہارت حاصل کر چکے تھے۔ شیشوں کے مختلف نمونوں کے گلدستے، رنگین جھاڑ اور فانوس جو چھتوں پر لٹکائے جاتے ہیں مصر اور بغداد میں بنتے تھے۔ آج بھی پرانے چرچوں میں جو رنگین شیشے نظر آتے ہیں وہ مصر اور بغداد کے بنے ہوئے ہیں۔ ہاتھی دانت سے مختلف چیزیں بنانے کے کارخانے مصر اور بغداد میں موجود تھے۔ اس کے علاوہ صابن، قینچی، چاقو، تلوار بنانے کے کارخانے ہر شہر میں پائے جاتے تھے۔

شام و مصر سے یورپ والے ہتھیار اور جنگی سامان بڑے اعتماد سے خریدتے تھے، شہر بغداد علم و فنون کا گہوارہ بن چکا تھا۔ مختصر یہ کہ اس زمانے میں جو بھی سامان یورپ و دنیا کے دوسروں ملکوں کو بھیجا جاتا تھا وہ سب مسلم ممالک میں تیار ہوتا تھا اور لوگ وہ سامان اتنے شوق اور اعتماد سے خریدتے تھے جیسے ہم آج یورپین یا دیگر صنعتی ممالک کی اشیاء خریدتے تھے۔<sup>۲</sup>

### کائنات میں غور و فکر کی ترغیب:

اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن مجید میں غور و فکر کی دعوت دیتا ہے تاکہ ہم قدرت کے نظام کو جان سکیں۔ اس لیے ہم یہاں ایسی چند آیات پیش کر کر رہے ہیں جن کے ذریعہ قرون اولیٰ کے مسلمان سائنسدانوں کو مزید تحقیقات کرنے کی ترغیب ملی اور اس تحقیق کے نتیجے میں زندگی کے نئے باب روشن کئے:

”قل هل يستوی الذی یعلمون والذین لا یعلمون ، انما یتذکر اولو الالباب۔“<sup>۳</sup>

ترجمہ: بتاؤ تو علم والے اور بے علم کیا برابر ہیں؟

یقیناً نصیحت وہی حاصل کرتے ہیں جو عقلمند ہوں۔ (اپنے رب کی طرف سے)

”والذین اوتوا العلم“<sup>۴</sup>

ترجمہ: اور جو علم دیئے گئے ہیں درجے بلند کر دے گا۔

ان فی اختلاف اللیل والنهار وما خلق اللہ فی السموات والارض لآیات لقوم یتقون۔<sup>۵</sup> ترجمہ: بیشک رات اور دن کے بدلتے رہنے میں اُن (جملہ) چیزوں میں جو اللہ نے آسمانوں اور زمین میں پیدا فرمائی ہیں اُن لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو تقویٰ رکھتے ہیں۔

”هو الذی انزل من السماء ماء لکم منه شراب و منه شجر فیہ تسیمون ، ینبت لکم بہ الزرع والزیتون والنخیل

والاعناب و من کل الثمرات ، ان فی ذلک لآیة لقوم یتفکرون“<sup>۶</sup>

ترجمہ: وہی ہے جس نے تمہارے لئے آسمان کی جانب سے پانی اتارا، اسی میں سے (کچھ) شجر کاری کا ہے (جس سے نباتات، سبزے اور

چراگا ہیں اُگتی ہیں) جن میں تم (اپنے مویشی) چراتے ہو، اسی پانی سے تمہارے لئے کھیت اور زیتون اور کھجور اور انگور اور ہر قسم کے پھل (اور میوے)

اُگاتا ہے۔ بیشک اس میں غور و فکر کرنے والے لوگوں کے لئے نشانی ہے۔

”الذی خلق سبع سموات طباقاً، ما تری فی خلق الرحمن من تقوت، فارجع البصر هل تری من فطور، ثم ارجع البصر کرتین ینقلب الیک البصر خاسئاً وهو حسیر“

ترجمہ: جس نے سات آسمان اوپر تلے بنائے۔ (تو اے دیکھنے والے) اللہ رحمن کی پیدائش میں کوئی بے ضابطگی نہ دیکھے گا دوبارہ (نظریں ڈال کر) دیکھ لے کیا کوئی شکاف بھی نظر آ رہا ہے۔ پھر دوہرا کر دو بار دیکھ لے تیری نگاہ تیری طرف ذلیل (دعا جز) ہو کر تھکی ہوئی لوٹ آئے گی۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ ہم انسانوں کے اندر موجود داخلی نشانیاں بھی دکھادیں گے اور کائنات میں جا بجا کھری خارجی نشانیاں بھی دکھادیں گے، جنہیں دیکھ لینے کے بعد بندہ خود بخود بے تاب ہو کر پکار اٹھے گا کہ حق صرف اللہ ہی ہے۔

ہمارے پیارے نبی ﷺ پر پہلی آیت نازل ہونے والی اخلاقیات، الہیات اور اسلام کی علمی بنیاد فراہم کی، اور دوسری آیت میں جینیات اور حیاتیات کی سائنسی اساس بیان کی، تیسری آیت میں انسان کے فلسفہ حیات اور اسلامی عقیدہ کی طرف متوجہ کیا اور چوتھی آیت میں فلسفہ علم و تعلیم پر روشنی ڈالی گئی اور پانچویں آیت میں فکر و فن علم و معرفت اور فلسفہ سائنس کے تمام میدانوں میں تحقیق و جستجو کے دروازے کھود دیئے۔

### علم طب میں مسلمانوں کی خدمات:

طب ایک ایسا علم ہے جس کی طرف ہر انسان فطرتاً احتیاج رکھتا ہے اسی لیے یہ علم ہر قوم میں کسی نہ کسی صورت میں موجود تھا۔ مگر مورخین کا بیان ہے کہ اس کی بنیاد بابل میں کلدانیوں نے رکھی اور ان ہی سے پھر تمام دیگر اقوام میں جاری ہو۔ زمانہ قدیم میں مختلف ممالک میں علاج کے طریقے بھی الگ الگ تھے۔ اس وقت اکثر امراض کا علاج جھاڑ پھونک اور دیوتاؤں کے ذریعہ کیا جاتا تھا جیسا کہ یونان، عرب اور ہندوستان میں ہوتا تھا، لیکن کلدانی سب سے پہلی قوم ہے جس نے امراض کا علاج دواؤں کے ذریعہ تلاش کیا۔ وہ لوگ اپنے مریضوں کو عام راستوں پر لا کر ڈال دیتے تھے تاکہ اگر وہاں سے کوئی ایسا مسافر گزرے جو اس مرض میں مبتلا رہ چکا ہو تو یہ وہ بتلا دے کہ اس نے کس دوا اور کس چیز سے شفا پائی؟

پھر بابل سے یہ علم فارس، عرب اور یونان وغیرہ میں منتقل ہوا لیکن اس وقت تک بھی یہ مدون نہیں ہوا تھا۔ سینہ بہ سینہ چلتا رہا۔ جب یونانیوں کی اہل مورہ سے مشہور لڑائی ہوئی اس کے بعد ہی سے اہل یونان نے طب کی تدوین کی طرف توجہ کی اور وہ اسے علم طبیعات کی ایک شاخ تصور کرنے لگے۔ آخر بقراط حکیم متوفی ۴۷۵ قبل مسیح نے اس کو مرتب کیا اور صحیح اصولوں پر اس کی بنیاد قائم کی۔ اس لیے اس کا لقب ابو الطب (طب کا باپ) پڑ گیا۔ اس نے ملک شام و افریقہ کا سفر کیا اور اہل بابل اور مصریوں کی طب حاصل کی۔ ان تمام طبوں کو اس نے طب یونانی سے ملا کر کتابیں لکھیں جس میں اس نے نباتات و معدنیات کی تشریح کی ہے۔ معالجہ کے اصول میں اس نے طبیعت پر اعتماد کیا ہے، اس کے علاوہ فصد، داغ اور حقنہ وغیرہ سے بھی علاج کا طریقہ ایجاد کیا۔ اس کی یہ تصنیفات جن کی تعداد باختلاف روایت مورخین بیس سے ستاسی تک ہے، عرصہ دراز تک طب کا ماحصل اور لب لباب تصور کی جاتی رہیں۔ یونان کے بڑے بڑے فلاسفہ ارسطو وغیرہ بھی اسی پر اعتماد کرتے تھے اور تمام اطباء کا دار و مدار اسی پر تھا تاکہ اسکندریہ کا مدرسہ قائم ہو اور یہاں فن طب نے بے حد ترقیاں کیں۔

اسکندریہ ویسے بھی طب کے لیے ایک سازگار جگہ تھی کیونکہ اہل مصر پہلے ہی سے فن تشریح میں کمال پیدا کیے ہوئے تھے۔ جب یرغاموس کے مدرسہ میں طب کی تعلیم شروع ہوئی تو یہاں پر عرصہ دراز تک بقراط کی تصانیف ہی پڑھائی جاتی رہیں، لیکن یہاں کے لوگوں نے فن تشریح میں اس گرانقدر اضافے کیے۔ ۱۳۰ء میں بقام یرغاموس جالینوس پیدا ہوا۔ اس نے طب اپنے باپ سے حاصل کر کے ۱۵۸ء میں پھر یرغاموس واپس آیا۔ یہ بے مثل طبیب تھا۔ اس نے بڑے بڑے معرکہ الآراء معالجات کیے اور کامیابی حاصل کی جس کی وجہ سے اس کی شہرت اطراف و اکناف میں پھیل گئی۔ طب کی ترقی میں اس کی عظیم خدمات ہیں۔ اس نے علم میں بہت سی تصنیفات کیں جن میں سے سولہ بہت ہی زیادہ مشہور ہیں۔ دیگر حکماء قدیم کے مقابلہ میں جالینوس کے نظریات و تحقیقات طب جدید کے معیار پر زیادہ صحیح اترتے ہیں۔

اس کے بعد یہ علم فارس پہنچا کیونکہ انہوں نے اہل پرغلبہ حاصل کر لیا تھا جو کہ طب کے بانی خیال کیے جاتے ہیں۔ پھر جب شاہپور اور روم میں جنگ ہوئی جس میں شاہپور کو غلبہ و فتح حاصل ہوئی اس وقت یہ بہت سے علماء کو گرفتار کر کے ایران لے آیا اور روم سے فلسفہ و منطق اور طب کی کتابیں منگوا کر ان علماء سے ان کا فارسی میں ترجمہ کرایا۔ کسریٰ نوشیر واں کے زمانہ میں جب روم کا علمی ذوق تباہ ہوا اور وہاں علم کی کساد بازاری ہوئی تو اس وقت بہت سے علماء روم سے منتقل ہو کر کسریٰ کے دربار میں پہنچ گئے۔ انہوں نے بھی طب وغیرہ یونانی کتابوں کا ترجمہ کسریٰ کے اشارے پر کیا۔ اس طرح طب مکمل طور پر فارسی زبان میں آگئی۔ سرزمین ایران میں طب کو بڑی قبولیت حاصل ہوئی اور یہاں کے لوگوں نے اسے بڑے ذوق سے حاصل کیا۔

دوسری طرف اہل ہندوستان کا بھی اہل ایران سے بڑا میل جول تھا کیونکہ یہ ان کے پڑوسی تھے۔ ایرانیوں نے اہل ہندوستان سے بھی طب میں بہت کچھ اخذ کیا اس طرح یہاں بھی طب کو نمایاں ترقی ہوئی۔ نوشیر واں خود نہایت باذوق اور علم دوست حکمران تھا۔ اس نے صرف یونانی علوم ہی کا ترجمہ نہیں کرایا بلکہ سنسکرت کی بھی بہت سی کتابوں کا فارسی میں ترجمہ کرایا۔

اس کے زمانہ میں طب کی ترقی کا یہ عالم تھا کہ اس نے ایک بہت بڑا شفاخانہ مریضوں کے لیے بنوایا۔ وہاں طب کی تعلیم بھی دی جاتی تھی اور یونانی و ہندوستانی اطباء دونوں اپنے اپنے یہاں کی طب کی تعلیم دیتے تھے اور اپنے اپنے قاعدہ سے علاج کرتے تھے۔ اس کا نام "مارستان" (شفاخانہ) تھا۔ اس شفاخانہ کو اتنی عظیم شہرت حاصل ہوئی کہ دنیا میں اس کا مد مقابل کوئی دوسرا شفاخانہ نہ سمجھا جاتا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فارسی میں بڑے بڑے حکماء اطباء پیدا ہوئے جو مختلف زبانوں کے عالم و ماہر تھے۔ انہی لوگوں نے خلفاء بنی عباس کے زمانہ میں ترجمہ کرنے کی گرانقدر خدمات انجام دیں۔<sup>۸</sup>

اسلامی دور حکومت میں فن طب کی طرف توجہ سب سے پہلے عباسی خلیفہ منصور کے زمانہ میں ہوئی اور اس کی وجہ یہ تھی کہ ۱۴۸ھ میں منصور کے معدہ میں ایک ایسا زخم پیدا ہو گیا کہ اس کی قوت شہوانی منقطع ہوئی۔ تمام اطباء اس کے علاج سے عاجز ہو گئے۔ اس وقت فارس سے جو رح جیس نامی ایک عیسائی طبیب کو طلب کیا گیا جو فارس کے مارستان میں افسر الاطباء تھا۔ اس وقت دنیا کو کائی طبیب اس سے زیادہ قابل نہ تھا۔

یہ نہایت ذہین اذکی الطبع اور حاذق طبیب تھا۔ اس نے منصور کا علاج شروع کیا جس سے منصور کو شفاء کلی حاصل ہو گئی۔ جو رح جیس کو تصنیف و تالیف کا بے حد شوق تھا۔ یہ فارسی اور سریانی زبان کے علاوہ یونانی اور عربی زبان سے بھی بخوبی واقف تھا۔ اس نے منصور کے لیے طب کی ایک کتاب یونانی

زبان سے عربی میں ترجمہ کر کے پیش کی۔ اس سے پہلے خلفاء بنی امیہ کے زمانہ میں بھی علم طب میں کچھ کتابیں تصنیف ہوئیں لیکن قدیم کتابوں کا ترجمہ نہیں ہوا تھا۔ وہ صرف عربوں کے تجربات و مشاہدات پر مبنی اور طبع زاد تھیں۔ منصور خلفاء اسلام کا پہلا خلیفہ ہے جس کو قدیم کتابوں کا ترجمہ کرانے کا شوق پیدا ہوا لیکن اس کے زمانہ میں صرف نجوم 'ہندسہ اور طب کی کتابوں کا ترجمہ ہوا۔ ابن المقفع نے منصور ہی کے زمانہ میں کلیلہ و دمنہ کا ترجمہ کیا لیکن فلسفہ و منطق کی کتابوں کا ترجمہ مامون کے زمانہ میں ہوا۔

## علم طب میں مسلمانوں کے کارنامے:

نزول قرآن کے بعد دور اول کے مسلمان تحقیقات کی طرف مائل ہوئے اور وہ اللہ کے تحقیقی کارناموں سے واقف ہونے کی کوشش کرنے لگے۔ مگر تحقیقات کی طرف ان کا ماحول سازگار نہیں تھا۔ چاروں طرف جہالت کی تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ یونانی علوم گوشہ گمنائی میں چلے گئے تھے اور صرف کہاوتیں باقی رہ گئی تھیں چنانچہ سب سے پہلے انہوں نے فلکیاتی مشتملات سے واقف ہونے کی کوشش کی۔ چونکہ یہی ایک ایسا موضوع تھا جس کے جاننے کی خواہش اور جستجو ہر اس شخص کو ہوتی ہے جس کی فطرت میں تحقیقی صلاحیتیں ہوں۔ چنانچہ وہ ان معلومات کے حصول کی خاطر مختلف مقامات پھرتے اور یہ معلومات جہاں کہیں پاتے ان کو جمع کرتے، مختلف اقوام اور مذاہب کے لوگوں سے تبادلہ خیالات کرتے۔ ان لوگوں کو ابتداء میں یونانی، مصری، ایرانی، ہندی اور دوسری قوموں کے قصوں اور روایتوں سے متاثر ہوئے۔

بطلمیوس نے علم فلکیات پر تحقیقات نظریات سے واقف ہونے کا موقع ملا۔ بطلمیوس نے علم فلکیات پر تحقیقاتی نظریات لکھے تھے۔ اس کتاب چنانچہ بعض مفکرین "چونکہ بائبل کے نظریات سے زیادہ مشابہت رکھتی تھی جو کافی مشہور ہوئی۔ Megale Syntaxes mathematica " بھی اس کتاب سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہے۔ الحاج ابن ماثر نے (۲۰۴ء ۸۳۰ء) میں اس کتاب کا عربی میں ترجمہ الجسطی کے نام سے کیا جو اصل کتاب سے بھی زیادہ مشہور ہوئی اور اس کے کئے ترجمے لاطینی میں ہوئے جو یورپ کی یونیورسٹیوں میں پڑھائے جاتے تھے۔ حسین ابن اسحاق نے اس کا دوبارہ ترجمہ کیا۔ ثابت ابن قرۃ نے اس میں ترمیم کی اور بطلمیوس کے بتلائے ہوئے علاقہ جات آسمان میں اور وہ علاقوں کا اضافہ کزہ ثابت اور فلک البروج کے نام سے کیا۔ الفرغانی البیطانی عبدالرحمن جامی اور الصوفی نے بھی بطلمیوس کے نظریہ کی خامیوں کو دور کرنے کی کوشش کی۔ ابن الحیطام نے بطلمیوس کے نظریہ کی بنیادوں پر "فی حیات العالم" کتاب لکھی۔

فلکیاتی تحقیقات کا انحصار سائنٹفک علم کی فراوانی پر منحصر ہے۔ علم جتنا وسیع ہوگا نظریات اتنے ہی صحیح ہوں گے۔ جب علم محدود ہوگا تو تحقیقات بھی ناقص و نامکمل اور کمزور ہوں گی۔ چنانچہ یونانی علم کوئی وسیع علم نہیں تھا۔ ان کے پاس سائنٹفک علم کا فقدان تھا لہذا ان کے نظریات بھی ناقص تھے۔ ان کا عام خیال تھا کہ زمین مرکز عالم اور ساکن ہے۔ سورج اور تارے متحرک۔

مسلمانوں کے لئے یہ تحقیقات اطمینان بخش نہیں تھیں۔ چونکہ قرآنی اشارات بالکل ان کے برعکس تھے اس لئے وہ خود تحقیقات میں لگ گئے اور رصد گاہیں قائم کر کے سائنٹفک تحقیقات شروع کر دیں۔



نویں صدی عیسوی کے اوائل میں مامون نے بغداد میں ایک رصد گاہ بنوائی جس میں ابن علی اور یحییٰ ابن ابی منصور تحقیقات کرتے تھے۔ ان لوگوں نے نئی نئی تحقیقات کے علاوہ سابقہ نظریات اور بطلموس کے نظریات کو بھی جانچنا شروع کیا اور ان کو غلط ثابت کیا۔ انہوں نے شمسی سال کا صحیح طول سیاروں کی گردش، سورج اور چاند گرہن کے اوقات اور زمین کا قطر وغیرہ معلوم کیا۔ مامون نے ایک اور رصد گاہ دمشق کے قریب کوہ قاصیوں پر بنائی۔ اس رصد گاہ سے قبل اور رصد گاہیں جنوب مغربی ایران کے علاقہ جندی شاپور میں اور سمرقند میں الخ بیگ نے بنائی تھی۔ مامون کی رصد گاہ میں جو آلات استعمال ہوتے تھے وہ اصطرلاب، ربع دارہ اور کرہ تھے۔

ابو اسحاق اور ابراہیم بن سلیمان الفضاری (۷۷۷ء) وہ پہلا مسلمان تھا جس نے اصطرلاب بنایا تھا۔ مامون کے رصد گاہوں میں استعمال ہونے والے اصطرلاب کو علی بن عیسیٰ الاصطرلابی نے بنایا تھا۔ اس میں گیروں کا استعمال ہوتا تھا جس کے بعد گھڑیاں کی ایجاد میں مدد ملی۔ ان رصد گاہوں میں زمین کے چھپنے ہونے کے نظریے کو غلط ثابت کر کے اس کو گول قرار دے کر اس کا محیط اور قطر نکالا گیا۔ حبش الحاسب جو مامون کے دربار میں ماہر فلکیات تھا تقریباً چالیس سال تک فلکیات پر تحقیقات کرتا رہا اور اس نے چاند گرہن اور سورج گرہن کے اوقات کا تعین کیا۔ ابو معاشر نے کتاب الالف کے نام سے اپنی تحقیقات کو قلم بند کیا۔

ابوموسیٰ الخوارزمی نے مجموعہ ستارگان کے نقشے بنائے اور ان کے عربی میں نام رکھے۔ یہ نقشے شیر، سانپ اور دوسرے حیوانوں کی شکل میں ہوتے ہیں جو ستاروں پر بنائے جاتے ہیں۔ اس نے فلکیات پر دو کتابیں لکھیں تھیں۔ پہلی کتاب جو مفصل تھی وہ گم ہو گئی مگر اس کے چند حصوں کے ترجمے ابھی لاطینی زبان میں موجود ہیں اور دوسری کتاب مسلمانوں کے ذریعہ (۳۳) اسپین پہنچی جس کو ۱۰۰۷ء میں مسلمہ الجرجی نے نظر ثانی کے بعد دوبارہ شائع کیا۔ اس کا ترجمہ ۱۱۲۶ء میں لاطینی میں ہوا اور پھر اس کتاب کو نہ صرف مشرق و مغرب بلکہ چین میں بھی مقبولیت حاصل ہوئی۔ اس نے ایک اور کتاب "صورت الارض" لکھی جو اسٹر اس برگ کے کتب خانہ میں اب بھی موجود ہے اور اس کے لاطینی ترجمے ہر زمانے میں ہوتے رہے۔

مامون کی رصد گاہ کے علاوہ موسیٰ ابن شاطر کے تین لڑکوں نے اپنے مکان کے احاطہ میں ایک رصد گاہ بنائی تھی جہاں سے وہ فلکیات پر تحقیقات کرتے تھے۔

میں ۹۸۲ء میں شرف الدولہ نے بغداد کے شاہی محل میں ایک شاندار رصد گاہ بنائی۔ عبدالرحمن الصوفی (۹۸۶ء) یہاں سے مشاہدہ کرتا تھا۔ اس نے ایک کتاب "الکواکب الثابت" اور "صورت الکوکب" کے نام سے لکھی۔<sup>۹</sup>

### علوم طب کی اشاعت میں مسلمانوں کا حصہ:

اسلامی ممالک میں ہسپتال دس قسم کے ہوتے تھے۔ جذامیوں کے لیے شفاخانے، پاگل خانے، نابینا گھر اور یتیم خانے۔ قیدیوں کے لئے شفاخانے، طبی مراکز، عام شفاخانے (جنرل ہسپتال)، گشتی شفاخانے، فوجی ہسپتال اور ہسپتالوں سے ملحق طبی اسکول۔ بغداد کے ہسپتالوں کے تذکرے سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ بڑے اعلیٰ انتظام و انصرام کے تھے مثلاً عبودی ہسپتال، الرشید شفاخانہ (ثابت بن قرۃ نے تعمیر کرایا)، المقتدر شفاخانہ، ابن فرات شفا

خانہ، بدرغلان شفاخانہ (ثابت بن قرۃ نے تعمیر کرایا)، السعیدہ شفاخانہ (سنان بن ثابت نے تعمیر کرایا)۔ ہر ہسپتال کے ساتھ طبی اسکول، کتب خانہ، دواخانہ، مسجد، عوامی حمام ہوتے تھے۔ قاہرہ کے طولون ہسپتال سے منسلک کتب خانے میں ایک لاکھ کتابیں جمع تھیں جبکہ مستنصریہ مدرسہ میں اسی ہزار کتابیں تھیں۔ مریضوں کے نام رجسٹر میں لکھے جاتے تھے۔ ان کے مرض کی شناخت، علاج اور کھانے کا بھی ریکارڈ رکھا جاتا تھا۔ تمام علاج مفت ہوتا تھا۔ فارمیسی میں تمام ادویات تیار کی جاتی تھیں۔ عورتوں اور مردوں کے لئے الگ وارڈ ہوتے تھے۔

یہ بات قابل غور ہے کہ سیزن اور مانٹ پیلیر شہروں کے میڈیکل کالج اور ہسپتال اسلامی اسپین اور مصر کے ہسپتالوں کے نمونے پر بنائے گئے تھے۔ مسلمانوں نے جس منظم طریقے سے ہسپتالوں کا آغاز کیا تھا اس قسم کے ہسپتال یورپ کے اسٹراس بورگ میں ۱۵۰۰ء میں ہوئے۔ واضح رہے کہ اسلامی ہسپتالوں میں طب کے طلبہ کو عملی تعلیم بھی دی جاتی تھی۔ ایسی تعلیم کارواج یورپ میں ۱۵۵۰ء کے بعد شروع ہوا۔ ابتداء میں ان میڈیکل کالجوں میں سرجری کو عیب سمجھا تھا بلکہ ۱۶۳۳ء میں چرچ کی ایک فرمان کے مطابق سرجری کو طبی نصاب میں شامل کرنے پر پابندی عائد کر دی گئی تھی۔ لیکن سرجری کے موضوع پر عربی کتب کے تراجم جب دستیاب ہونا شروع ہو گئے تو اس کو تعلیمی نصاب میں شامل کر دیا گیا۔ یورپ میں طب کی تعلیم کے لیے تمام نصابی کتب مسلم محققین، اطباء اور معتبر مصنفین کی کتابوں کا ترجمہ تھیں۔ مزید برآں یورپ میں یونیورسٹیاں (ٹلی اور اسپین میں) اسلامی طرز کے مدرسوں پر شروع ہوئی تھیں:

“The system of universities and colleges that began to develop in 12<sup>th</sup> century Europe was parallel in many ways to the madrasa system of the medieval Islamic lands. As the European system developed roughly 100 years after that in the Muslim world, it is highly probable that the Western Universities were modeled on Muslim institutions of learning.”

کتاب الفہرست ابن ندیم مسلمان اطباء کے حالات اور کارناموں کی تفصیل مختصر ادی گئی ہے جو طب پر تھیں اور جن کا عربی میں ترجمہ کیا گیا تھا۔ جیسے یحییٰ ابن خالد برکلی نے کنکاسے کتاب سوس روماتا کا ترجمہ کرنے کی فرمائش کی۔ کرا کا کتاب کا ترجمہ عبداللہ ابن علی نے کیا۔ نقشال کا ترجمہ بھی کیا گیا جس میں ایک سو بیارہوں کا ذکر اور ان کا علاج بیان کیا گیا تھا۔ رائے پالی نے ہندوستانی سانچوں پر کتاب کا ترجمہ کیا۔<sup>۱۰</sup>

## بو علی سینا

علم طب کی آبرو، شیخ الرئیس ابو علی سینا کی شہرہ آفاق طبی کتاب القانون کا ترجمہ کینن کے عنوان سے کیا گیا۔ اس کا پہلا یورپین ایڈیشن ۱۴۷۳ء میں شائع ہوا پھر ۱۴۷۵ء میں دوبارہ طبع ہوا۔ سولہویں صدی میں اس کے سولہ ایڈیشن جاری ہوئے، ۱۶۵۰ء تک اس کتاب کے متواتر تراجم کثیر تعداد میں شائع ہوتے رہے۔ مؤرخین کا کہنا ہے کہ دنیا میں طب کے موضوع پر سب سے زیادہ شائع ہونے والی یہی کتاب ہے۔ بعض لوگ اس کی اہمیت کے پیش نظر اس کو طبی بائبل بھی کہتے ہیں۔ واضح رہے کہ ۱۳۹۵ء میں پیرس کی فیکلٹی آف میڈیسن کا پورا نصاب رازی اور ابن سینا کی کتابوں پر مشتمل ہوتا تھا۔

اسی لئے ان کی تصاویر ابھی تک وہاں میں دیوار پر آویزاں ہیں۔ علاوہ ازیں رازی کی ایک پینٹنگ پر نیشنل انسٹی ٹیوٹ، نیوجرسی، امریکہ کے چرچ کی کھڑکی پر آویزاں ہے۔

(عاجز کے پاس اس پینٹنگ کی کمپیوٹر پر بنی رنگین کاپی موجود ہے جس میں عربی حروف میں کتاب الحاوی، بسم اللہ الرحمن الرحیم، الرازی، صاف پڑھا جا سکتا ہے۔ اس کے بائیں ہاتھ میں کتاب الحاوی دکھائی گئی ہے۔)

شاہ الاطبا ابو علی ابن سینا کی انقلاب آفریں کتاب القانون فی الطب (دس لاکھ الفاظ پر مشتمل، ۵ جلدوں میں) علم طب کی بے نظیر کتاب ہے۔ اس بحر ذخار کی کیت ہی حیرت انگیز نہیں بلکہ اس کی معنوی کیفیت بھی اتنی ہی گراں بہا ہے۔ اس میں پائے جانے والے ان گنت آبدار موتیوں کا باہر نکال کر لانا ضروری تھا تا کہ دوسری قومیں بھی اس سے متبع ہو سکیں۔ لہذا اس کا لاطینی میں ترجمہ بارہویں صدی میں جیراڈ آف کریمونانے لائبریکنونس کے عنوان سے کیا جو ۱۵۴۴ء میں طبع ہوا۔ پانچ جلدوں میں اس کا عربی ایڈیشن روم سے ۱۵۹۳ء میں شائع ہوا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ یورپ کی نشاۃ ثانیہ کے دوران بھی یہ کتاب زبردست افادیت کا درجہ رکھتی تھی۔ اس معرکتہ الآرا تصنیف کے جزوی تراجم ملان سے ۱۷۳۳ء، ونیس سے ۱۷۸۳ء اور پڈوا سے ۱۷۶۶ء میں شائع ہوئے، نیز عبرانی میں ترجمہ نیپلز سے ۱۷۹۱ء میں اور جرمن ایڈیشن ۱۷۹۶ء میں ہیل سے طبع ہوا۔ دنیا کی مختلف زبانوں میں، اب تک اس کا ترجمہ ۸۷ مرتبہ کیا جا چکا ہے۔

یاد رہے ۱۲۰۰ء سے ۱۷۰۰ء تک یہ معرکتہ الآرا کتاب یورپ کے میڈیکل کالجوں میں نصابی کتاب کے طور پر پڑھائی جاتی رہی۔ اس کی تصدیق فرانس کی مانتہ سلیئر یونیورسٹی کے آرکائیوز میں موجود پوپ کلمنٹ پنجم ۱۳۰۹ء کا جاری شدہ ایک فرمان ہے جس کے مطابق القانون ۱۵۵۷ء تک یہاں کے نصاب تعلیم میں شامل رہا۔ اسی طرح لوآن یونیورسٹی کے آرکائیوز میں موجود دستاویزوں سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ سترہویں صدی کے شروع تک یہاں کے پروفیسر صرف رازی اور ابن سینا کی کتب کو قابل اعتبار و استناد سمجھتے تھے۔ انیسویں صدی کے آغاز تک سارہون یونیورسٹی میں طالب علم کو اس وقت تک میڈیکل پریکٹس کالائسنس نہیں دیا جاتا تھا جب تک کہ اس کو ابن سینا کی کتاب 'القانون' پر دسترس نہ حاصل ہو۔

پندرہویں صدی میں القانون کے سولہ ایڈیشن اور سولہویں صدی میں اس کے بیس ایڈیشن شائع ہوئے۔ سترہویں صدی میں اس کے اور بھی ان گنت ایڈیشن منظر عام پر آئے۔ لاطینی اور عبرانی میں اس پر کثیر تعداد میں شرحیں لکھی گئیں۔ یورپی طب کی بنیادیں ابھی تک اس کی تحقیقات پر استوار ہیں۔ ابن سینا کی دیگر مشہور عالم طبی کتابیں ہیں: کتاب الشفاء، کتاب القونج کتاب الحواشی علی القانون، کتاب الادویہ القلمیہ۔ سید اظل الرحمن نے قانون ابن سینا اور اس کے شارحین و مترجمین، نیز یورپ میں القانون کے تراجم اور اشاعتوں پر تفصیل سے لکھا ہے۔ اس اردو کتاب کا فارسی میں ترجمہ بھی تہران میں شائع ہو گیا ہے۔"

## عربوں کی طبی تصنیفات:

اسلام سے پہلے متمدن اقوام میں طب نے درجہ بدرجہ جس قدر ترقیاں کی تھیں مسلمانوں نے ان سب کو حاصل کیا کیونکہ انہوں نے بقراط، جالینوس وغیرہ اطباء یونان اور سریانی و کلدانی طبیوں کی تصنیفات کا ترجمہ اپنی زبان میں کر لیا تھا۔ اس کے علاوہ فارس اور ہند کے طبی معالجات و معلومات کا ذخیرہ بھی حاصل کر لیا تھا۔ انہوں نے بہت جلد اس علم پر بھی عبور حاصل کر لیا تھا جس کا بہترین نمونہ الملوکی ہے جس کو ابو بکر رازی (جس کو جالینوس عرب کہا جاتا ہے) نے عضد الدولہ کے لیے تصنیف کیا تھا۔ عربوں نے اپنی فطری ذہانت کی وجہ سے اس علم میں بھی تصنیفات شروع کر دی تھیں۔ ابوالصیغہ نے اپنی تصنیف "طبقات الاطباء" میں ایک مکمل جلد ان ہی مصنفین کے بیان میں لکھی ہے۔

صاحب کشف الظنون اور تراجم الحكماء نے بھی ایک طویل فہرست میں ان کی تعداد بیان کی ہے۔ اگر ان کل اطباء کا شمار کیا جائے جو طبی کتابوں کے ترجمہ سے زوال حکومت اسلام تک ہوئے ہیں تو ان کی تعداد ہزاروں سے گزر کر لاکھوں تک پہنچتی ہے جن پر قلم اٹھانے کے لیے بڑا وقت اور حوصلہ درکار ہے۔ یہاں صرف اہم اور مشاہیر حکماء کے ذکر پر اکتفا کر لینا مناسب ہو گا۔

(۱) الرازی: اطباء عرب میں یہ ایک مشہور و معروف ہستی ہے جس کو جالینوس عرب کا لقب دیا جاتا ہے۔ اس کی پیدائش ۸۵۰ء میں اور وفات ۹۳۲ء میں ہوئی۔ اس نے پچاس سال تک بغداد میں مطب کیا۔ فلسفہ 'تاریخ' طب اور کیمیا وغیرہ سب ہی علوم پر اس کی تصنیفات ہیں۔ یہ شخص زبردست محقق تھا اور کل منتقدین کی طبی تحقیقات کا عملی تجربہ شفاخانوں میں مریضوں پر کرتا تھا۔ حمائے حصہ پر اس کی تصنیفات عرصہ تک مستعمل رہیں۔ اس کی کتاب "علاج الاطفال" اس موضوع پر پہلی کتاب ہے۔ اس کی کتابوں میں نئی ادویہ اور نئے معالجات درج ہیں مثلاً حمائے دائمہ میں ٹھنڈے پانی کا استعمال، الکحل اور ریشم سے زخم میں ٹانکہ لگانا وغیرہ۔ الرازی کی مشہور تصانیف میں کتاب "بر الاعظم" ہے اور اس کے وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس میں علم طب کے تمام مسائل موجود ہیں۔

دوسری کتاب "المنصور" ہے جو شہزادہ منصور کے نام پر لکھی گئی۔ اس میں دس کتابیں ہیں:

(۱) تشریح۔ (۲) امزجہ۔ (۳) اغذیہ۔ (۴) معالجات۔ (۵) حفظ صحت۔ (۶) آرائش جسمانی۔ (۷) لوازمہ سفر۔ (۸) جراحی۔

(۹) سمیات۔ (۱۰) امراض عامہ وحمیات۔

اس کی تصانیف کا ترجمہ لاطینی میں ہوا اور یہ کئی مرتبہ چھاپی گئیں۔ جو کتاب اس نے چچک پر لکھی وہ دوبارہ ۱۷۴۵ء میں طبع ہو کر شائع ہوئی۔ الرازی کی تصنیفات یورپ کے طبی مدارس میں عرصہ دراز تک درس میں شامل رہیں۔ سترہویں صدی عیسوی تک الرازی اور بوعلی سینا کی کتابیں لوڈین میں پڑھائی جاتی رہیں۔ ان کے بالمقابل یونانی اطباء کی قدر و منزلت یورپ میں زیادہ نہ تھی کیونکہ ان کی تصنیفات سوائے ملفوظات سقراط ((ہیپوکر ائز)) اور خلاصہ جالینوس کے کوئی کتاب درس میں نہ تھی۔

(۲) اطباء عرب میں سے ایک علی بن العباس بھی تھا جو تقریباً الرازی کا ہم عصر ہے۔ یہ دسویں صدی عیسوی میں گزرا ہے۔ اس نے اپنی ایک تصنیف ملکی نامی چھوڑی جس میں اصول طب اور معالجات دونوں کا بیان ہے۔ اس کا دعویٰ ہے کہ اس نے اپنی تحقیقات بجائے کتابوں کے تجربات کی روشنی میں شفاخانوں میں کی ہیں۔ اس نے میموکر انز (سقرط) اور جالینوس کی بہت سی غلطیاں نکالی ہیں اور معالجات میں اکثر ان سے اختلاف کیا ہے۔ اس کی کتاب کا ترجمہ لاطینی زبان میں ۱۵۳۲ء میں لیون میں طبع کیا گیا۔

(۳) اطباء عرب میں سب سے زیادہ مشہور بوعلی سینا گزرا ہے۔ اس کی تصنیفات اتنے زمانہ تک اثر انداز ہیں جو کسی دوسرے مصنف کو نصیب نہ ہو سکی۔ آج بیسویں صدی کے اول تک اس کی تصنیفات داخل درس رہیں۔ اسی وجہ سے لوگ اسے "ملک الاطباء" کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ابن سینا کثرت عیاشی کی وجہ سے جو انامرگی کا شکار ہوا، اس کی تصانیف بہت زیادہ ہیں۔ اس کی اہم ترین اور عظیم ترین تصنیف "قانون" کے نام سے موسوم ہے جو آج بھی طبی مدارس میں سکھانے والی وقت ہے اور اس کے بغیر طب یونانی کی تعلیم نامکمل سمجھی جاتی ہے۔ یہ علم ہیئت، حفظ صحت، امراض، معالجات اور خواص ادویہ پر مشتمل ہے۔ اس کی تصنیفات کا ترجمہ تمام دنیا کی زبانوں میں ہو گیا اور دس صدی تک طب کا دار و مدار انہیں پر رہا۔ فرانس اور اطالیہ کے مدارس میں طبی تعلیم کی بنیاد ان ہی پر رہی، یہاں تک کہ اٹھارہویں صدی کے بعد تک بھی اس کی تصنیفات تا اس دم رائج اور داخل نصاب ہیں۔

(۴) عربوں کا سب سے بڑا اور مشہور ماہر علم الجراحت ابو القاسم زہراوی ہے۔ یہ اندلسی ہے۔ اس کو اسپین والے البقاسم کہتے ہیں۔ یہ ۱۱۰۷ھ میں فوت ہوا۔ طب میں اس کی تصنیف "التصریف لمن عن التالیف" ہے جو تیس مقالوں میں ہے، جن میں بہت سے آلات جراحی کی تفصیل ہے جن کی تصاویر بھی اس کی کتابوں میں درج ہیں۔ جراحی میں اس نے پتھری کا نکالنا بیان کیا ہے۔ اس سے پہلے کسی نے اس کا بیان نہیں کیا۔ ابو القاسم کا نام یورپ میں پندرہویں صدی میں پہنچا لیکن اس نے بڑی شہرت حاصل کی۔ ہالر کہتا ہے کہ ان کل جراحوں کا جو چودھویں صدی عیسوی کے بعد گزرے ہیں، اسی کی تصنیفات پر دار و مدار تھا۔ اس کی مندرجہ بالا تصنیف کا وہ حصہ جو علم الجراحت سے متعلق ہے، تین کتابوں میں مقسم ہے۔ کتاب اول میں زخموں کے جلانے سے بحث ہے۔ کتاب دوم میں ان جراحیوں سے جو چاقو و نشتر سے ہوتی ہیں۔

دانتوں اور آنکھوں کی جراحی، فنتق (بچے جنانا) اور پتھری نکالنے کا بیان ہے۔ کتاب سوم میں ہڈی ٹوٹنے اور ہڈی اکھڑ جانے سے بحث کی گئی ہے۔ ابو القاسم کی تصانیف کا لاطینی ترجمہ پہلے ۱۴۹۷ء میں اور آخری ۱۸۶۱ء میں طبع کیا گیا۔

(۵) البیرونی: اگر یہ کہا جائے کہ دنیا اب تک البیرونی جیسی شخصیت پیش نہ کر سکی تو غلط نہ ہو گا جو بیہ وقت ماہر طبیعیات اور لسانیات اور طبیب اور شاعر اور کیمیا دان بھی تھے۔ البیرونی نے ۱۸۰ کتابیں تصنیف کی ہیں۔ البیرونی نے ہی ثابت کیا کہ روشنی کی رفتار آواز کی رفتار سے زیادہ ہوتی ہے۔ علم فلکیات پر البیرونی نے کئی کتابیں تحریر کی دنیا آج بھی البیرونی کو بابائے فلکیات کے نام سے یاد کرتی ہیں۔

(۶) اندلس کے اطباء میں ابن رشد کی بھی بہت مشہور طبیب ہے۔ یہ ابن ماجہ کا شاگرد تھا جیسا کہ آپ پہلے پڑھ چکے ہیں۔ یہ قرطبہ میں پیدا ہوا

اور ۱۱۸۸ء میں وفات پائی۔ اس نے بھی طب پر بہت کچھ لکھا ہے لیکن اس کی شہرت بحیثیت طبیب کے اتنی نہیں جتنی بحیثیت فلسفی و شارح ارسطو ہونے کے ہے۔ اس نے ابن سینا کی شرح لکھی ہے اور تریاق اسمیات اور حیات وغیرہ پر بھی اس کی تصنیفات ہیں۔ ابن رشد کی طبی تصنیفات بار بار یورپ میں چھپتی رہی ہیں۔<sup>۱۲</sup>

### خلاصہ

صدی جب کروٹ بدلتی ہے تو ایک ممکنہ حقیقت کا روپ مل چکا ہوتا ہے۔ پچھلی نسل جس ترقی کی خواہش کرتی تھی موجودہ نسل اُسے کئی منزلیں پیچھے چھوڑ چکی ہے۔ سائنسی تحقیقات کی موجودہ تیزی نے زمین و آسمان کی پہنائیوں میں پوشیدہ لاتعداد حقائق بنی نوع انسان کے سامنے لاکھڑے کئے ہیں۔ آج سے کم و بیش ڈیڑھ ہزار سال پہلے بنی نوع انسان کے ذہن میں علم کے موجودہ عروج کا ادنیٰ سا تصور بھی موجود نہ تھا۔ انسان یوں جہل مرکب میں غرق تھا کہ اپنی جہالت کو عظمت کی علامت گردانتے ہوئے اُس پر نازاں ہوتا تھا۔ اسلام کی آفاقی تعلیمات نے اُس دور جاہلیت کا پردہ چاک کرتے ہوئے ہزار ہا ایسے فطری ضوابط کو بے نقاب کیا جن کی صداقت پر دور حاضر کا سائنسی ذہن بھی محو حیرت ہے۔

طب کے میدان میں مسلمان اطباء اور حکماء نے اس قدر شاندار کارنامے سر انجام دیے ہیں کہ ان کے لئے کئی ہزار صفحات درکار ہوں گے۔ مسلمانوں نے علم کی اس اہم اور بنیادی شاخ کے ہر رنگارنگ پہلو جیسے سرجری، ذہنی امراض، امراض چشم، متعدی امراض، علم تشریح اور علم منافع الاعضاء، نفسیاتی امراض، نئے امراض کی شناخت، طبی آلات کی ایجادات، ہسپتالوں کے قیام، اطباء کے رجسٹریشن، دواؤں کی ماہیتی نگرانی، نئی دواؤں کی تیاری، طبی کتابوں کی تصنیف، طب میں کیمیا کا استعمال اور غذا سے امراض کا علاج وغیرہ میں بے شمار قابل قدر اضافے کیے۔

دنیا کا کوئی علم ایسا نہیں جسے مسلمانوں نے حاصل نہ کیا ہو۔ اسی طرح سائنس کے میدان میں بھی مسلمانوں نے وہ کارنامے انجام دیئے جو رہتی دنیا تک قائم رہیں گے گو کہ آج اہل یورپ کا دعویٰ ہے کہ سائنس کی تمام تر ترقی میں صرف ان کا حصہ ہے، مگر اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ تجرباتی سائنس کی بنیاد مسلمانوں نے ہی رکھی اس کا اعتراف آج کی ترقی یافتہ دنیا نے بھی کیا ہے۔ اس ضمن میں ایک انگریز مصنف اپنی کتاب میں نیکی گاپت کمیونیٹی میں لکھتا ہے کہ مسلمان عربوں نے جو سائنس کے شعبوں میں جو کردار ادا کیا وہ حیرت انگیز دریافتوں یا انقلابی نظریات تک محدود نہیں بلکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ آج کی ترقی یافتہ سائنس ان کی مرہون منت ہے۔ ایک دوسرا انگریز مصنف جان ولیم ریپر اپنی کتاب "یورپ کی ترقی میں لکھتا ہے کہ مسلمان عربوں نے سائنس کے میدان میں جو ایجادات اور اختراعات کیں وہ یورپ کی ذہنی اور مالی ترقی کا باعث بنیں۔ آٹھویں صدی سے بارہویں صدی تک مسلمان سائنس پر چھائے رہے۔ اس وقت مسلمان سائنسدانوں نے نئی نئی ایجادات اور انکشافات کر رہے تھے جس

وقت سارا یورپ جہالت کہ کھڈہ ٹوپ اندھیرے میں ڈوبہ ہوا تھا یہ مسلمانوں کا سنہری دور تھا اس دور میں الخوارزمی، غازی ابن اللھیشم، بوعلی سینا، الیرونی، عمر خیام جابر بن حیان اور فارابی جیسے سائنسدان پیدا ہوئے۔

## نتائج

- ☆ یہی مناسب وقت ہے کہ ہم مسلم سائنسدانوں کی خدمات اور ان کے کارناموں کو سامنے لائیں تاکہ ہماری نئی نسل ان کے کارنامے جان سکے اور سائنس کے ان پیشواؤں کی خدمات سے مستفید ہو سکے۔
- ☆ یہ کتنی بد قسمتی کی بات ہے کہ آج مسلمان تعلیم پر بہت کم توجہ دے رہے ہیں، جبکہ دوسرے لوگ ہمارے پیشرو سائنسدانوں کی خدمات اور کاموں سے مستفید ہو رہے ہیں۔
- ☆ وقت کی یہ ضرورت ہے کہ ہم اپنے بچوں کو اچھی تعلیم دیں اور انہیں اچھی صفات اور عمدہ معیار سے متصف کریں تبھی ہماری گزشتہ شان دوبارہ لوٹ سکتی ہے
- ☆ علاوہ ازیں ایک نئے تمدن کی تشکیل کے لئے ہم اس پہلی وحی پر عمل کر سکتے ہیں جسے اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ پر نازل کیا تھا۔

## سفارشات

- ☆ انسان کی تعمیر کرنے کے لیے ایسے اداروں کی ضرورت ہے جہاں فطری قوانین کے مطابق جسم اور دماغ کی تربیت دی جاتی ہو، ان اداروں میں انسان کے مختلف پہلوؤں کے علوم کو ملا کر ایک کلی علم کی شکل دینی ہوگی۔ اور محققوں اور سائنٹفک کام کرنے والوں کی ایک متحدہ جماعت بنانی پڑے گی۔
- ☆ ان اداروں کو ماہرین خصوصی کے سپرد نہیں کرنا چاہئے بلکہ ان کی رہنمائی ایسے افراد کے ذمہ ہونی چاہئے۔ ایک ماہر اقتصادیات، ایک ماہر نفسیات۔ ایک کیمیا داں اور ایک سماجی عالم الگ الگ یکساں طور پر انسان کی حقیقت سے واقف ہوتے ہیں۔ اپنے دائرہ عمل سے آگے ان کی بصیرت پر کوئی اعتبار نہیں کیا جاسکتا۔
- ☆ ان مسائل کے مطالعہ کے لئے سائنس دانوں کو کئی نسلوں تک اپنی زندگی بھر کام کرتے رہنے کی ضرورت ہوگی۔ اس کے لیے ہمارے پاس ایک ایسا ادارہ ہونا چاہئے جہاں کم از کم ایک سو سال تک کسی رکاوٹ کے بغیر انسانی کا مطالعہ جاری رہے۔
- ☆ موجودہ سوسائٹی میں تمام دماغی کام کرنے والوں کو ایک مرکز پر جمع ہو کر کام کرنا چاہئے تاکہ سب مل کر ایسا قانونی دماغ پیدا کریں جس کے اندر اپنے مستقبل کو سوچنے اور اس کو بنانے کی پوری طاقت موجود ہو اس کے بعد ہی انسانی ترقی کے دائمی نظریات حاصل ہو سکتے ہیں۔

## حوالجات

- <sup>۱</sup> چھتہ بازار حیدرآباد، انڈیا، عزیز احمد خان، اللہ کی عظمت اور قرآن کا نظریہ علم و سائنس، حسن شریف، طیب اردو کمپیوٹر گرافکس اینڈ پرنٹرس، جمال مارکیٹ ایڈیشن ۱۹۸۶ء، ص ۶۷، ۶۸۔
- <sup>۲</sup> ایضاً، ص ۷۰، ۷۱۔
- <sup>۳</sup> الزمر ۳۹: ۹۔
- <sup>۴</sup> المجادلہ ۵۸: ۱۱۔
- <sup>۵</sup> یونس ۱۰: ۶۔
- <sup>۶</sup> النحل ۱۶: ۱۱۔
- <sup>۷</sup> الملک ۶۷: ۳۔
- <sup>۸</sup> سید ظہیر احمد زیدی گینوی، تصحیح و نظر ثانی، مولانا حافظ محمد شاہد، تاریخ تمدن عرب، ہاشم اینڈ حماد پرنٹرز، لاہور، الطبع الاول ۲۰۰۲ء، ص ۱۶۸، ۱۶۹۔
- <sup>۹</sup> عزیز احمد خان، اللہ کی عظمت اور قرآن کا نظریہ علم و سائنس، ص ۳۱ تا ۳۴۔
- <sup>۱۰</sup> محمد زکریا ورک، مسلمانوں کے سائنسی کارنامے، مرکز فروغ سائنس، علی گڑھ ۲۸ دسمبر ۲۰۰۳ء، ص ۲۹، ۲۸۔
- <sup>۱۱</sup> ایضاً، ص ۳۶، ۳۷۔
- <sup>۱۲</sup> سید ظہیر احمد زیدی گینوی، تصحیح و نظر ثانی، مولانا حافظ محمد شاہد، تاریخ تمدن عرب، ص ۱۷۳، ۱۷۴۔